[illegible]
٣١

U.0446

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ
وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ | مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ | خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
(مسیح موعودؑ)

اسلام کی برکات

تصنیف لطیف

عالیجناب حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

باہتمام

محمد یامین اینڈ سنز مالک احمدیہ کتب خانہ قادیان پبلشر

۔۔۔ پریس امرتسر میں باہتمام بھائی بہادر سنگھ مینجر پرنٹر چھپوایا

بار دوم — ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء — فی ۔۔ مجلد



بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کامل مومن اور رمامور کی شناخت

اس جگہ ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اسکے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اسکی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرا ہو کر اسکی طرف رُخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور معلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اسکو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اسکی زبان اور اسکے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اسکو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اسکو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش

اور تنگ چشمی اور شہوات اور ردائت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی
تاریکی بکلی اس سے دُور کرکے اسکی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے تب
وہ بکلی مبتدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالی
سے سُنتا اور خدا تعالی سے دیکھتا۔ اور خدا تعالی کے ساتھ حرکت کرتا اور
خدا تعالی کے ساتھ ٹھہرتا ہے اس کا غضب خدا تعالی کا غضب اور اس کا
رحم خدا تعالی کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اسکی دعائیں بطور
اصطفا کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے۔ اور وہ زمین پر حجت اللہ
اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اسکے وجود سے خوشی کیجاتی ہے
اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اسکو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات
حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک و شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کیطرح
اسکے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ
رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اس کلام اور الہام
میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور
وہ رُوح القدس کے بلائے بولتے اور رُوح القدس کے دکھائے دیکھتے
اور رُوح القدس کے سُنائے سُنتے اور انکے تمام ارادے رُوح القدس کے
نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر
اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ
اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی
متلو کیطرح خدا تعالی کا کلام انپر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا
خدا تعالی سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب

دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اس قدر کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ جلشانہ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اسکے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دیجائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آیندہ کی خبروں پر آگاہی دیجائے یا کسی امر میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔ بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنیکے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اسکی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبیر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کی خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُر برکت الفاظ میں محسوس ہوتی اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے +

حصول صداقت کے ذرائع

اسجگہ ہر ایک سچے طالب کے دل میں بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئیے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الٰہیہ حاصل کرسکوں پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہے جسمیں نئی قوتیں نئی طاقتیں نئی زندگی عطا کیجاتی ہے اور نئی ہستی پہلی ہستی کے فنا کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ سے جو فدائے نفس اور فدائے عزت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مراد ہے جلی جاتی ہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور

اسکی جگہ لے لیتی ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دُور ہونیکے نشان کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دُور ہو کر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوں اور اپنی فطرت میں ایک انقلاب عظیم نظر آوے اور تمام حالتیں کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبدی ایسی صاف بدلی ہوئی نظر آویں کہ گویا اُن پر اب رنگ ہی اور ہے غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئیں ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالےٰ بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یاد الٰہی میں نئی لذتیں پیدا ہو جائیں جنکی پہلے کچھ بھی خبر نہیں تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے رب پر بکلی متوکل اور غیر سے بکلی لاپرواہ ہے اور تصور وجود حضرت باریتعالیٰ اسقدر اسکے دل پر استیلا پکڑ گیا ہے کہ اب اُسکی نظر شہود میں وجود غیر بکلی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ اور ذلیل اور بیقدر نظر آتے ہیں اور صدق اور وفا کا مادہ اس قدر جوش میں آگیا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا تصور کرنیسے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصور بلکہ مصائب کے وارد ہونیسے بھی ہر ایک وارد بر رنگ لذت نظر آتا ہے تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ اب پہلی ہستی پر موت آگئی ہے

استقامت صادقین

اس موت کے پیدا ہو جانیسے عجیب طور کی قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باتیں جو دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں اور وہ راہیں جو دوسرے دیکھتے ہیں پر چلتے نہیں اور وہ بوجھ جو دوسرے چابکتے ہیں پر

اُٹھانے نہیں ان سب امور شاقہ کی ان کو توفیق دیجاتی ہے کیونکہ وہ اپنی
قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست الٰہی طاقت اسکی اعانت اور امداد میں
ہوتی ہے جو پہاڑوں سے زیادہ اسکو استحکام کی رو سے کر دیتی ہے اور ایک
وفادار دل اسکو بخشتی ہے تب خدا تعالیٰ کے جلال کے لئے وہ کام اس سے صادر
ہوتے ہیں اور وہ صدق کی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اور
آدمزاد کی کیا حقیقت ہے کہ خود بخود انکو انجام دے سکے وہ بکلی غیر سے منقطع
ہوجاتا ہے اور ماسوا اللہ سے دونوں ہاتھ اُٹھا لیتا ہے اور سب نفاقوں اور
فرقوں کو درمیان سے دُور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا اور دکھ دیا جاتا
ہے اور طرح طرح کے امتحانات اسکو پیش آتے ہیں اور ایسے مصائب
اور تکالیف اسپر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر
دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو
جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام تختیوں کو بڑی انشراح صدر سے
برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاون حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا
جائے تب بھی بغیر اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ کے اور کوئی آواز اسکے اندر سے نہیں آتی
جب کسی کیحالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراء الورا
ہوجاتا ہے اور ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر پالیتا ہے جو اس
سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب
ہوجاتا ہے وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ
اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہوجاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں
عصمت کے نام سے نامزد کیجاتی ہے اسمیں محفوظیت کے نام پکاری جاتی ہے

اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اسمیں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ اشارت فرما رہے ہیں کہ محدث نبی بالقوہ ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہوجانے کی رکھتا تھا۔ اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی جیسا کہ کہہ سکتے ہیں کہ العنب خمر نظرًا علی القوۃ والاستعداد ومثل ھذا الحمل شائع متعارف فی عبارات القوم وقد جرت المحاورۃ علی ذلک کما لا یخفی علی کل ذکی عالم مطلع علی کتب الادب والکلام والتصوف۔ اور اسی حمل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ نے اس قرأت کو جو وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث ہے مختصر کرکے قرأت ثانی قرار دیئے کہ وما ارسلنا من رسول ولا نبی ؏

عارف باللہ کو مکالمہ ہوتا ہے

اور اس سوال کا جواب کہ جس شخص کو شرف مکالمہ الٰہیہ کا نصیب ہو وہ کب اور کن حالات میں افاضہ کلام الٰہی کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہے یہ ہے کہ اکثر شدائد اور مصائب کے نزول کے وقت اولیاء اللہ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے تا انکی تسلی اور تقویت کا موجب ہو جب وہ نزول آفات اور موارت فوق الطاقت سے نہایت شکستہ اور درد مند اور کوفتہ ہو جاتے ہیں اور حزن اور قلق انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب خدا تعالیٰ صفت کلام ان کے

دلپر متجلی ہوتی ہے اور کلمات طیبہ الٰہیہ سے انکو سکینت اور تشفی بخشی جاتی ہے
حقیقت یہ ہے کہ ملہم کی انکساری حالت الہامی آگ کے افروختہ ہونیکے لئے
بہت ہی دخل رکھتی ہے جب ایک شرف یاب مکالمہ الٰہی کمال درد مند اور مضطر
ہوتا ہے اور اسکی توجہ درد اور حزن سے ملی ہوئی ایک تاریدہ جانیکی
حالت تک پہنچ جاتی ہے اور وفاداری اور تضرع اور صدق کے
ربوبیت کی شعاع ہونیکے نیچے جا پڑتی ہے تو یکدفعہ ربوبیت کی ایک شعاع
اپنی ربوبیت کی تجلی کے ساتھ اسپر گرتی ہے اور اسکو روشن کر دیتی ہے اور
وہ روشنی کبھی کلام کی صورت میں اور کبھی کشف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے
اور رجوع کرنیوالے دلکو اس فتیلہ کی طرح جو آگ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے
اپنے ربانی نور سے منور کر دیتی ہے کیا یہ بدیہی طور پر محسوس نہیں ہوتا جو
ایک فتیلہ جو پاکیزہ تیل اپنے اندر رکھتا ہے جب آگ کے نزدیک کیا جاتا
ہے تو وہ فی الفور صورت بدل لیتا ہے اور آگ کی صحبت سے واپس آنے وقت
ایک چمکتا ہوا شعلہ اپنے ساتھ لاتا ہے پس ایک عارف اور کامل انسان
اسوقت مکالمہ الٰہیہ کیلئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند
ہوکر آستانہ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر ایک طرف سے منقطع ہوکر اس کی انقت
اور مصادقت کو جو اس کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور
نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کیلئے التجا کرتا
ہے تب خدا تعالیٰ اسکی سنتا ہے اور اسے نوروا اور محبت کیساتھ جواب دیتا
ہے اور اسپر رحم کرتا ہے اور اسکی دعاؤں کو اکثر قبول فرمالیتا ہے آجکل
کے بعض ملحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہوگئے

ہیں اور اجابت اور قبولیت دُعا سے منکر ہیں اُنکے یہ خیالات سراسر باطل ہیں کہ قبولیت دُعا کچھ چیز نہیں اور تحصیل مرادات کے لئے دُعا کرنا نہ کرنا برابر ہے +

مومن کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اسکی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور اسکی درخواستیں گو کیسے مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بپایہ اجابت پہنچتی ہیں اور در اصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو یہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں کیونکہ ولی خدا کا دوست ہوتا ہے اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستیں اسکی قبول کیجائیں پس جو شخص کہتا ہے کہ دعا قبول ہونیکے اس سے زیادہ اور کچھ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ تک اسکی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ جان لیتا ہے۔ کہ اس نے دُعا کی ہے ایسا شخص مسخرہ ہے اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور اسکے دین سے محض بیگانہ ہے اگر فقط دعا کا سن لینا اجابت میں داخل ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تو یہ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میری دُعا رد نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر اجابت سے مطلب صرف اطلاع بر دُعا ہے تو پھر کون شخص ہے جسکی دُعا سے خدا تعالیٰ بیخبر رہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ جلشانہ بباعث اپنی صفت علیم اور خبیر اور سمیع ہونیکے ہر ایک بات کو سُنتا ہے اور ہر ایک شخص کی آواز اُس تک پہنچ جاتی ہے پھر ایسے مُتنے میں مومن

اور غیر مومن کی دُعا میں فرق کیا ہے اور یہ کہنا کہ مومن کو لبیک کہتا ہے
اور دوسرے کو نہیں۔ یہ کیونکر ثابت ہو جبکہ اصل محرومی میں مومن اور غیر
مومن دونوں مساوی ہیں تو ایک کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میری دُعا پر
لبیک کہا گیا ہے تو اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ نہیں کہا گیا۔ اور ایسی
بمعنی لبیک کا فائدہ کیا۔ بلکہ مومن کی دُعا ضرور قبول کیجاتی ہے اور اگر
قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو
نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبانہ مکالمہ کے اسپر اطلاع دیجاتی ہے
خدا تعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی
کرتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی
حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف۔ تو
فتح مومن کو ہی دیتا ہے اور اسکی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے دشمن
کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اور شاید بدہو جائے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور
اسکی بددعائیں اسی کے سر پر اتارتا ہے۔ پر مومن کی دعا کو قبول کر لیتا ہے
اور اسکی دعاؤں کو قبول کر کے وہ خوارق دکھلاتا ہے جیسے دُنیا حیران
ہو جاتی ہے کرامت کیا چیز ہے؟ مومن کی دُعا جو قبول ہو کر ایک نہایت
مشکل اور بعید از عقل کام کو پورا کر دیتی ہے اور تمام خلقت کو ایک حیرت
میں ڈالتی ہے پھر کیونکر کہا جائے کہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ نادان
ہے وہ شخص جو ایسا خیال کرتا ہے بیوقوف ہے وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا
ہے۔ یہ دعویٰ بے دلیل نہیں۔ اسپر میرے پاس کھلے کھلے دلائل اور
نہایت روشن براہین ہیں پر جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا ہے۔

تا آفتاب نظر نہ آوے۔ وہ کیونکر روشنی کو دیکھ سکتا ہے +

اسلام اسلئے زندہ مذہب ہے کہ اسمیں مامور آتے ہیں

اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیاں ہم بیان کر چکے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جسکے ثبوت کیلئے ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیں اور محض قبروں کے نشان دکھلائیں اسلام مردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اسکی سب برکات پیچھے رہگئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے اسلام کی خوبی یہی ہے کہ اسکی برکات ہمیشہ اسکے ساتھ ہیں اور وہ صرف گذشتہ قصوں کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجود برکات پیش کرتا ہے۔ دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے یہ نہیں کہ پہلے تھی اور اب نہیں ہے ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اسبات کا محتاج ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اسکو کچھ پتہ لگے اور وہ خدا جسکے وجود پر ایمان ہے اسکی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہو سکتی۔ اور امتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے اس لئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کیلئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر اور خاصکر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جسکے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور

وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کے رو سے ملزم کرتا ہے سچائی کے رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اسکی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہیں۔ اور حقیقت نمائی کی رو سے اس طرح کہ اس نبی متبوع کے تمام متعلقات دین کا حل کرکے دکھلا دیتا ہے اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے اور پردہ دری کے رو سے [illegible] کہ وہ مخالفوں کے تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت اور تاریکی میں گرے ہوئے اور جناب الٰہی سے دور و مہجور ہیں۔ اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کا خلعت پاکر آتا ہے اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور نہایت صفائی سے ان باتوں کو ثابت کرکے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبر بالارادہ ہے اور درحقیقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں پس صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ آپ ہی معرفت الٰہیہ سے مالا مال ہے بلکہ اسکے زمانہ میں دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جنسے دنیا کے لوگ منکر تھے اور انپر ہنستے تھے اور انکو خلاف فلسفہ اور ہیچ سمجھتے تھے یا کم بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور کہانی کے انکو مانتے تھے اب اسکے آنیسے اور اسکے عجائبات ظاہر ہونیسے نہ صرف قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہیں کہ وہ کیسی نادانی تھی

جسکو ہم عقلمندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بیوقوفی تھی جسکو ہم علم اور حکمت اور قانون
قدرت خیال کرتے تھے۔ غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کیطرح گرتا ہے اور سب
کو کم و بیش حسب استعدادات مختلفہ اپنے رنگ میں لے آتا ہے اگرچہ وہ اول
میں آزمایا جاتا اور تکالیف میں ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اسکو دیتے
اور طرح طرح کی باتیں اسکے حق میں کہتے ہیں اور انواع اقسام کے طریقوں
سے اسکو ستانے اور اسکی ذلت ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ وہ برہان
حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اس لئے آخر ان سب پر غالب آتا ہے اور اسکی
سچائی کی کرنیں بڑے زور سے دنیا میں پھیلتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ دیکھتا
ہے کہ زمین اسکی صداقت پر گواہی نہیں دیتی تب آسمان والوں پر حکم کرتا ہے
کہ وہ گواہی دیں سو اسکے لئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ میں
دعاؤں کے قبول ہونیکے رنگ میں اور حقایق اور معارف کے رنگ میں
آسمان سے اترتی ہے اور وہ گواہی بہروں اور گونگوں اور اندھوں تک
پہنچتی ہے اور بہتیرے ہیں جو اسوقت حق اور سچائی کیطرف کھینچے جاتے
ہیں مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہیں کیونکہ انکو بوجہ نیک ظن
اور قوت ایمان کے صدیقوں کی شان کا ایک حصہ ملتا ہے اور یہ اس کا
فضل ہے جس پر چاہے کرے ٭

مامور من اللہ کی اتمام حجت

اب اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے
موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر

اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان کو کمزور دیکھتا
تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا
کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم
کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت
اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ
نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سو اے حق کے طالبو سوچ کر دیکھو کیا یہ
وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت
تھی۔ کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ گذشتہ صدی میں جو
تیرھویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت
کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔
کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو
گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ
اسلام سے نکل گئے۔ کس قدر عیسائیوں میں جا ملے۔ کس قدر دہریہ اور
طبعیہ ہو گئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی
جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے رد کے لئے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا
میں شائع کی گئیں۔ سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرورت تھا کہ خدا
تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی
حملوں کا مقابلہ کرتا۔ اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو رد مت
کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ۔ جس کا آنا اس صدی پر
اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا۔ اور جس کی ابتداء سے

جسکو ہم عقلمند
سے خبر دی تھی۔ اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات
سے اسکی نسبت لکھا تھا۔ ذرہ نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر
بلاؤں نے مجبور کر لیا ہے۔ اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں
کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑہا نفسوں پر اس زہر نے اثر
کر دیا ہے۔ یہ علمی طوفان۔ یہ عقلی طوفان۔ یہ فلسفی طوفان۔ یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان
یہ فسق اور فجور کا طوفان۔ یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک
اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرہ آنکھیں کھولکر
دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں
نظیر بیان کرو۔ اور ایسا تا کہو کہ حضرت آدمؑ سے لیکر تا ایندم اسکی
کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہیں تو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں
کے وہ معنی کرو جو ہو سکتے ہیں واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو
تا تم پر کھل جائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجالیت ہے جس سے
ہر ایک نبی ڈراتا آیا ہے جسکی بنیاد اس دنیا میں عیسائی مذہب اور عیسائی
قوم نے ڈالی جسکے لئے ضرور تھا کہ مجدد وقت مسیح کے نام پر آوے
کیونکہ بنیاد فساد مسیح کی ہی امت ہے اور میرے پر کشفاً یہ ظاہر کیا
گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت
عیسیٰؑ کو اسکی خبر دیگئی تب انکی روح روحانی نزول کے لئے حرکت
میں آئی۔ اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ
پرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ چاہا۔ جو اس کا ایسا ہم طبع
ہو کہ گویا وہی ہو۔ سو اسکو خدا تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ

عطا کی۔ اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی۔
اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا۔ گویا وہ ایک ہی جوہر کے
دو ٹکڑے بنائے گئے۔ اور مسیح کی توجہات نے اسکے دل کو اپنا قرارگاہ
بنایا۔ اور اس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا۔ پس ان معنوں سے اس
کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا۔ اور مسیح کی پُر جوش ارادات اس میں نازل ہوئیں
جن کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا۔ یاد رہے
کہ ایک عرفانی بھید ہے کہ بعض گذشتہ کاملوں کا اثر بعض پر جو زمین
پر زندہ موجود ہوں عکس توجہ پڑ کر اور اتحاد خیالات ہو کر ایسا
تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ اُنکے ظہور کو اپنا ظہور سمجھ لیتے ہیں اور انکے
ارادات جیسے آسمان پر اُنکے دل میں پیدا ہوتے ہیں ویسا ہی باذنہٖ
تعالیٰ اس کے دل میں جو زمین پر ہے پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسی
روح جس کی حقیقت کو اس آدمی سے جو زمین پر ہے متحد کیا جاتا
ہے ایک ایسا ملکہ رکھتی ہے کہ جب چاہے پورے طور پر اپنے ارادات
اس میں ڈالتی ہے اور ان ارادات کو خدا تعالیٰ اس دل سے اس دل
میں رکھ دیتا ہے۔ غرض یہ سنت اللہ ہے کہ کبھی گذشتہ انبیاء
و اولیاء اس طور سے نزول فرماتے ہیں۔ اور ایلیا نبی نے یحییٰ
نبی میں ہو کر اسی طور سے نزول کیا تھا۔ سو مسیح کے نزول کی بھی
حقیقت یہی ہے ٭

(از حضرت مسیح موعودؑ)

تمت

۳۰۸